سیدنا حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا

خوارج سے اعتدال پسند رویہ

ترجمہ محمد ادریس سلفی حفظہ اللہ تعالیٰ

سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت تاریخ اسلام میں ایک انتہائی موڑ کا باعث وسبب بنی اس وقت دو باہم متعارض انتہا پسند قوتیں ظہور پذیر ہوئیں خوارج اور شیعہ جن کے منفی اثرات تا حال محسوس ہو رہے ہیں امت مسلمہ نے ان افکار سے ہر تاریخ میں بڑے کٹھن احوال کا سامنا کیا ہے ان افکار کے پیش نظر حکمرانوں نے ان سے کوئی اچھا سلوک اختیار نہیں کیا تا کہ اس فکر کو قابو میں کر سکیں ان گروہوں سے حکیمانہ سلوک جو سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنایا وہ مثالی سلوک تھا۔

آپؓ نے ان کے ساتھ کیا رویہ اختیار کیا وہ اعتدال وتوسط کا سلوک تھا؟۔

آپؓ نے نہ تو انتہائی نرمی اپنائی کہ وہ گمراہی کا سیلاب عام پھیلاتے رہیں اور نہ ان سے انتہائی سخت رویہ اپنایا جو اسلام کی روح کے ساتھ میل نہ کھائے بلکہ اعتدال وتوسط اور میانہ روی کا سلوک اپنائے رکھا۔

خوارج کا ظہور

سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب سبائی شر پسندوں کے ہاتھوں شہید ہوئے جو ابن سبا یہودی کی امارت وقیادت میں اسلام کا لبادہ اوڑھے ہوئے تھے تا کہ اس طرح اسلام کے خلاف ایک گھناؤنی چال چلیں۔ چنانچہ حالات ایسا رخ اختیار کر گئے کہ آپؓ کسی کو بھی اپنا جانشین مقرر نہ کر سکے بلکہ جلیل القدر صحابہ کرامؓ بھی نئے خلیفہ کو بالاتفاق وباہم مشورہ سے معین کرنے کی پوزیشن میں نہ تھے۔ ایسے حالات میں سیدنا علیؓ کی خلافت پر بیعت تو ہوگئی جبکہ اہل حل وعقد میں سے کسی کو بھی اس پر اعتراض ونکیر نہ تھی۔ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس شوریٰ کے

انتخاب میں بھی آپؓ ہی بعد عثمانؓ اس کے اہل قرار پا رہے تھے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی رائے بھی یقیناً سیدنا علیؓ پر ہی اشارہ کناں تھی لیکن مدینہ منورہ کی فضاء میں موجود عناصر اور خوفناک صورت حال اس معاملہ کو بخیر وخوبی انجام دینے سے مانع رہے سیدنا علیؓ خود ان احوال کو کنٹرول کرنے سے قاصر نظر آ رہے تھے ان حالات میں سیدنا طلحہ اور زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے بزرگ مدینہ چھوڑ کر باہر چلے گئے تاکہ ابن سبا اور اس شر پسند گروہ سے خلاصی کیلئے شاید کوئی تعاون پا کر ان سے مدینہ منورہ کی سرزمین کو پاک رکھیں۔

سیدہ عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور شیخینؓ بصرہ پہنچے تو ہزاروں لوگ ان سے آ ملے اور قاتلین عثمانؓ جو واپس مدینہ منورہ سے یہاں آ چکے تھے ان کو قابو کیا اتنے میں سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دار الخلافہ چھوڑ کر بصرہ کا سفر اختیار کر لیا کہ اگر مدینہ منورہ پر باغیوں کی سرکوبی کے پیش نظر یہ لوگ حملہ آور ہوئے تو یہاں مجرم کے ساتھ محرم بھی زد میں آ سکتا ہے اور مدینہ منورہ کی حرمت مزید پامال ہو سکتی ہے چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بصرہ پہنچ کر باہم گفت وشنید سے اس نتیجہ تک پہنچے کہ صبح پر امن مدینہ منورہ واپس چلیں گے لیکن وہ سبائی جو آپؓ کے ساتھ بلا مشاورت واطلاع مدینہ منورہ سے آئے تھے سمجھ گئے کہ آپؓ کی واپسی اور پر امن حالات کی وجہ سے ہماری سازش جو ہم اسلام کے متعلق سوچ رہے ہیں ساری دھری کی دھری رہ جائے گی جناب علیؓ کیلئے پر امن خلافت کا قیام یقیناً ان کی ہمارے متعلق غور وخوض اور مشاورت پر منتج ہوگا اور اسلام کے خلاف اس معاندانہ رائے کے حاملین خلافت اسلامیہ سے چن چن کر زیر عتاب آئیں گے۔

چنانچہ انہوں نے طرفین سے رات کے اندھیرے میں ایسی شر پسندی پھیلائی کہ اس کا نتیجہ دونوں اطراف کے حضرات گرامی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نہ چاہتے ہوئے بھی جنگ جمل کی صورت میں سامنے آیا۔

اس وقوعہ کا نتیجہ صرف یہ نہیں تھا کہ جلیل القدر ہستیاں اس کی نذر ہو گئیں بلکہ اس کا ایک بڑا ناپسند اظہار اہل اسلام میں ٹکراؤ کے ساتھ گروہ بندی کی صورت پیدا ہو گئی جو دو انتہا پسند تاریخی گروہ جنم دینے کا باعث بنا۔ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اختتام معرکہ پر ایسے لوگوں کے طعن کا نشانہ

بن رہے تھے جن کو آپ مخالف فریق کے اموال قبضہ کرنے سے منع کرر ہے تھے۔ان کا اعتراض تھا' مالہ یحل لنا دماء ھم و یحرم علینا اموالھم"

سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیسا فیصلہ کرر ہے ہیں کہ ہمارے لیے انکے خون کو حلال مگر اموال حرام قرار دے رہا ہے۔

بعدازاں صفین کا موقعہ بپا ہوا جس میں ہزار ہا مسلمان شہید ہو گئے اور بالاخر صلح ہو گئی کہ کچھ تو بچالیں۔ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں رضامندی پر فضا پرسکون ہوگئی اب پھر جو لوگ مسلمانوں کی بقاء کے دلی طور پر ناخواہاں تھے آڑے آئے اور نعرہ لگایا کہ "لا حکم الا للہ وان علیا حکم الرجال و ترک کتاب اللہ" فیصلہ کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے جبکہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انسانوں کو فیصل تسلیم کر کے کتاب اللہ چھوڑ دی ہے' یہ بات غیر دانشور لوگوں نے سنی تو بے سمجھے سوچے اسے بزعم خود اپنا شعار بنالیا۔شر پسندوں کی چال چل گئی اور کم عقل لوگ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف بلا دلیل نکل کھڑے ہوئے۔ چنانچہ جب سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صفین سے واپس ہوئے یہ لوگ ان سے جدا ہو گئے واپس آتے ہوئے صلح پر رضامند ہونے والوں کو تبراء بازی شروع کر دی ان میں زرعۃ بن البرج الطائی آگے بڑھا اور سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ اگر آپؓ نے تحکیم سے کنارہ کشی نہ کی تو میں تجھ سے اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے قتال کروں گا۔

سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواباً فرمایا۔ تیرے لیے بدبختی ہو تو کس قدر شقی انسان ہے میں تو دیکھ رہا ہوں کہ تیری لاش ویرانے میں بے گوروکفن پڑی ہے۔

بعدازاں یہ لوگ ''حروراء نامی جگہ میں خیمہ زن ہوئے جس کی بنا پر حروری کہلائے اس وقت ان کی کل تعداد 12000 بارہ ہزار تھی۔ یہ پہلا گروہ ہے جس نے خارجی فکر کی بنیاد رکھی۔

ان لوگوں نے شبث بن ربعی التمیمی نامی شخص کو اپنا امیر چن لیا اور اسے امیر قتال قرار دیا ۔ایک اور امیر عبداللہ ابن الکوا الیشکری چنا جسے نماز کا امیر قرار دیا۔

دوسری جانب جولوگ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ موجود تھے انہوں نے ان کی ساری کارروائی سنی تو کہنے لگے ہماری گردنوں میں دوہری بیعت ہے چنانچہ ہم اس کے دوست ہیں جس کے ساتھ آپ دوستی رکھیں ہم اس کے دشمن ہیں جس کے ساتھ آپ دشمنی رکھیں گے۔

اب یہ تشیع کی بنیاد پڑتی ہے البتہ یہ تشیع ناپسندیدہ اور غلوو والا تشیع نہ تھا۔

حروریہ جناب سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھیوں سے متعلق کہنے لگے۔تو اور اہل شام دو مقابلہ کرنے والے گھوڑوں کی طرح ہومگر ہو دونوں کا فر' شامیوں نے بیعت اپنی پسند نا پسند پر کی اور تم نے بھی اس پر کہ جن سے اس کی عداوت تمہاری دشمنی جن سے اس کی صلح تمہاری صلح۔

اب دن بہ دن شیطن ان کو جہنم کی جانب کھینچنے لگا جبکہ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی بنا پر مشکل میں پڑ رہے تھے۔ان سے نرمی کا سلوک ہی کرتے رہے کیونکہ آپ ان کے الگ ہونے کو امت مسلمۃ میں ایک مزید رخنہ قرار دے رہے تھے۔آپؓ نے ان کے گالی گلوچ بدزبانی اور باطل وھویٰ پرستی کے اتھامات لگانے کے باوصف تحمل اور صبر سے کام لیا۔ان کی طرف سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو روانہ کرتے ہوئے فرمایا میرے آنے سے پہلے ان کے ساتھ جھگڑ اور سوال جواب نہ کرنا۔

سیدنا عبداللہ یوں ہی ان کے پاس پہنچے انہوں نے سوالات کی بوچھاڑ کر دی آپؓ سے صبر نہ ہوا تو ان سے مکالمہ شروع کرتے ہوئے دریافت فرمایا تمہیں حکمین (فیصلہ کنندگان) سے کیا شکوئی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں اشاد فرماتے ہیں۔

ان یریدا اصلاحاً یوفق الله بینهما (النساء35)

ترجمہ؛ اگر وہ دونوں چاہیں گے اصلاح احوال تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کے درمیان موافقت پیدا کر دے گا۔

اور جب معاملہ پوری امت محمدیہ کا ہو تو فیصل مقرر کر لینا کس قدر ضروری ہوگا۔

خوارج ۔اللہ تعالیٰ نے جن امور کا معاملہ لوگوں پر رہنے دیا ہے اور انہیں اس میں غور وفکر کا حکم دیا

ہے تو انہیں یہ کام کرنا چاہیے لیکن جو فیصلہ خود اللہ تعالیٰ نے کر دیا تو اس میں انسانوں کو سوچ بچار کی گنجائش نہیں ہے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جواباً فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یحکم بہ ذوا عدل منکم (المائدہ 95)

ترجمہ: اس کا فیصلہ کریں گے دو مصنف تم میں سے

خوارج: تم کھیتی، شکار اور خاوند بیوی کے فیصلہ کا مقابلہ اہل اسلام کے قتال سے کرتے ہو؟ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و بن العاص کل ہم سے جنگ کر رہے تھے اور آج وہ آپ کے نزدیک عادل ٹھہرے ہیں۔ اگر وہ عادل ہے تو پھر ہم عادل نہیں ہیں۔

تم نے اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں انسانوں کو فیصل قرار دیا ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں سے متعلق فیصلہ دیا ہے۔ کہ ان کے رجوع کرنے تک ان سے جنگ جاری رکھی جائے تم نے اس کے بجائے ان کے ساتھ معاہدہ کر لیا ہے اللہ تعالیٰ مسلمانوں اور مقاتلین میں صلح اور معاہدہ ختم کرنے کا حکم دے چکے ہیں۔ سورۃ توبہ کے نازل ہونے کے بعد جنگ ہے یا پھر جزیہ۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ یہ بحث جاری تھی کہ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہنچ گئے۔ آپؓ نے عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ میں نے آمد سے پہلے گفتگو کرنے سے منع نہ کیا تھا؟

پھر ان کی طرف متوجہ ہوئے

اور ان سے دریافت فرمایا تمہارا سردار کون ہے؟ انہوں نے جواباً کہا ابن الکوا ایشکر

سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ: تم ہمارے خلاف کیوں ہوئے ہو؟

خوارج: صفین کے روز تمہارا فیصل تسلیم کرنا

سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں نے فیصل قرار پانے والوں پر یہ شرط عائد کی تھی کہ تم دونوں جسے قرآن حکیم بالا کرے اوپر بلند رکھو اور جسے قرآن کریم پست کرے تم بھی اسے پست رہنے دینا۔

چنانچہ اگر وہ دونوں قرآنی فیصلہ کے مطابق فیصلہ کریں ہمیں مخالفت کی گنجائش ہی نہ ہوگی۔ لیکن اگر وہ ایسا کرنے سے انکاری ہوں تو ہم ان کے فیصلہ سے بیزار ہیں۔

خوارج؛ تم ہی بتاؤ کیا خون کے متعلق انسانوں کو فیصل قرار دینا انصاف ہے؟

سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم نے انسانوں کو نہیں بلکہ قرآن حکیم کو فیصل تسلیم کیا ہے۔ دیکھو قرآن پاک ایک مکتوب ہے جو گفتگو نہیں کرتا اس کے مطابق لوگ ہی گفتگو کرتے ہیں۔

خوارج؛ تم نے اس کیلئے ایک مقرر وقت کیوں رکھا ہے؟

سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تاکہ عالم اس پر ثابت رہے اور ناداں کو خبر پہنچ سکے۔ اور امید واثق ہے کہ اللہ تعالیٰ اس امن میں ہی امت کیلئے اصلاح کا پہلو نکال دے۔ یہ گفتگو سن کر اکثریت تو آپؓ کے ساتھ ہوگئی مگر کچھ لوگ اپنی ضد پر اڑے رہے آپ نے انہیں لاجواب کر دیا تھا۔ چنانچہ انہیں چھوڑ کر واپس تشریف لے آئے اور ان کو اپنی اطاعت پر مجبور نہ کیا۔ اپنے ساتھیوں سے کہا ہم ان کے ساتھ اچھا سلوک ہی کریں گے اور جب تک یہ لوگ ہم سے کنارہ کش رہیں ہم ان سے الجھیں گے نہیں۔ جبکہ یہ لوگ ہمیشہ آپؓ کو غصہ دلاتے ہی رہے چنانچہ آپؓ ایک دن خطبہ جمعہ کیلئے منبر پر جلوہ فروز ہوئے تو یہ لوگ مسجد کے کونوں سے کھڑے ہو گئے آپؓ نے فرمایا؛۔ بات حق سچ کی ہے مگر ارادہ باطل کا ہوا ہے۔

اور اگر یہ گفتگو کرتے ہیں ہم ان پر دلیل سے غالب رہیں گے اور اگر یہ لوگ ہمارے خلاف نکلیں گے ہم ان سے جنگ کریں گے۔ یہ سن کر ایک حروری یزید بن عاصم المحاربی آپؓ کی جانب لپکا اور کہنے لگا۔ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے اے ہمارے رب ہم تجھ سے نہ مستغفی ہو سکے ہیں اور نہ تجھے چھوڑ سکتے ہیں اے میرے اللہ ہم تجھ سے دین کے معاملہ میں ذلت کا واسطہ پڑنے سے پناہ چاہتے ہیں ہم اللہ تعالیٰ کے متعلق مداہنت سے بھی پناہ کے طالب ہیں اور ایسی ذلت سے بھی پناہ چاہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی جانب سے چلے۔

اے علی تم ہمیں موت سے ڈراتے ہو ہمیں قتال کی دھمکیاں لگاتے ہو بخدا ہم بہت

جلد تمہارے ساتھ سیدھی تلواروں سے ٹکرانے والے ہیں پھر تم پر عیاں ہوجائے گا کہ جنگ کی آگ میں کون زیادہ جلتا ہے۔

یہ سب بدتمیزی اور جرات وحماقت جناب علیؓ نے بڑے صبر سے برداشت کی۔ اس کے جھوٹ اور الزام تراشی کو بھی خلافت کے بلند مقام کی عظمت کا لحاظ رکھتے ہوئے برداشت کیا۔

اور اس کی اسی گفتگو کا جواب یوں لوٹایا۔ ہم تمہارے متعلق تین امور پر قائم رہیں گے تم جب تلک مساجد میں اللہ تعالیٰ کا نام لیتے رہو گے ہم تمہیں اپنی مساجد سے روکیں گے نہیں۔ جب تک تم ہمارے ساتھ شریک جہاد ہو گے فئی سے تمہارا حصہ برابر ملے گا۔ جب تک تم ابتدا نہ کرو گے ہم تم سے قتال نہ کریں گے۔

اس طرح سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسلم حکومت کے خلاف نکلنے والے مسلم نوجوانوں کیلئے ایک راہنما اصول فراہم کر دیا ہے۔ مسلمان حکمران کو اس پالیسی کو چھوڑ کر نفس پرستی اور انانیت اختیار نہیں کرنی چاہیے۔

بشرطیکہ اس کا اللہ تعالیٰ اور آخرت پر یقین واثق ہے۔

خارجی بھی اگر گریبان میں جھانکتے تو سیدنا علیؓ سے کنارہ کشی اختیار کیے رکھتے جس طرح انہوں نے افکار باطلہ کے باوجود ان سے صرف نظر کر لی تھی۔

لیکن ان کے شیطان نے انہیں امن پسندوں کو اپنے خیالات سے ہم آہنگی اختیار کرانے تک بیٹھنے نہ دیا۔

چنانچہ یہ باہم ملے اور بالآخر عبداللہ بن وہب کے گھر میں جمع ہوئے اس نے انہیں دنیا کی بے رغبتی اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر پر ابھارا ان کے ہاں یہ نام تھا دیگر کو اپنے افکار پر مجبور کرنا اور مخالفت کرنے والوں پر جنگ مسلط کرنا۔

پھر اس نے کہا کہ ہمیں اس ظلم کی آماجگاہ سے نکل کر پہاڑوں میں بسیرا کر لینا چاہیے۔ یا پھر کہیں اور جا بسیں ان کا مقصد یہ تھا کہ تحکیم کا فیصلہ کرنے والے دونوں گروہ گمراہ ہیں ان سے کنارہ کشی کر لیں۔

چنانچہ اب یہ لوگ شریح بن اوضی العبسی کے گھر اکٹھے ہوئے۔ ابن وہب نے کہا کسی

شہر کا انتخاب کرلیں جہاں ہم حکم الٰہی کی تنفیذ کرسکیں کیونکہ یہ کام اب صرف تمہارا ہی ہے کہ حق کی سر پرستی کرو۔ شریح نے تجویز دی کہ ہم ''مدائن'' کی جانب نکل چلیں ہم وہاں جا کر اہل شہر کو نکال باہر کریں گے اور بصرہ سے اپنے ہم خیال بھائیوں کو وہاں بلالیں گے۔

یہ مشورہ کہ وہاں سے اہل شہر کو جلاوطن کر دیں گے یہ کس حق کا نفاذ تھا؟ کونسا دین انہیں یہ اجازت دے رہا تھا کہ وہاں کے باشندوں کو نکال کر خود اور اپنے طرفداروں کو وہاں بسائیں۔ اگر مدائن والے مشرکین بھی ہوتے ان کے مال اسباب قبضہ کرنے کی اجازت کوئی دین نہیں دیتا۔

پھر آپس میں یہ طے پایا کہ اگر اکٹھے چلیں گے تو علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو تمہارے اس منصوبہ کا علم ہو جائے گا لہٰذا اکیلے اکیلے چھپ چھپا کر نکلو اور یہ بھی سنو کہ مدائن میں تمہیں شہر کے داخلہ سے روکنے والے بااثر موجود ہیں لہٰذا ''جسر نہروان'' چلو

چنانچہ بدبخت ٹولہ جسر نہروان جا اترا۔ وہاں سے عبداللہ بن وہب نے اپنے بصرہ میں ہم خیال لوگوں کو دعوت التحاق بھیجی جسے انہوں نے قبول کرلیا۔ اب بصرہ میں انہوں نے اپنی آخری رات عبادت اور تہجد میں گذاری۔ ان کے اس وصف نے کئی لوگوں کو امتحان میں ڈال دیا۔ وہ ان کے متعلق حیران تھے اور زبان حال سے کہہ رہے تھے۔ جو لوگ عبادت میں اس قدر انہماک اختیار کرتے ہیں جو کیونکر حق پر نہ ہوں گے؟

حالانکہ یہی تو ان پر ابلیس کی تلبیس تھی کیونکہ اسلام تو دین فطرت اور وسطیت کا دین سے جو بھی افراط وتفریط اختیار کرے گا راہ حق سے کنارہ کش ہو جائے گا۔ ایسے جو اس توسط سے غلو اور کوتاہی اختیار کرے گا صراط مستقیم سے ہٹ جائے گا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ان پر سچ ثابت ہوا کہ **یحقر احدکم صهلاته مع صلاتهم و صبامه مع صيامهم يمرقون من الدين كمروق السهم من الرمية ينظر الى نصله فلا يوجد فيه شئى ثم ينظر الى رصافه فلا يوجدفيه شئى** رواہ البخاری

ان کے آہستہ آہستہ وہاں سے نہروان کی جانب جانے کو سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نے معلوم کر لینے پر ان کی طرف نصیحت اور اپنی اطاعت کیلئے آدمی روانہ کیا مگر انہوں نے اس پر کان ہی نہ دھرا۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے متعلق اپنی سیاست پر قائم تھے کہ ان کی جانب سے قتال کی ابتدا تک ان سے نہیں لڑیں گے۔ انہی احوال پر آپ قائم تھے کہ آپ کو اطلاع ملی کہ انہوں نے ایک آدمی کو اپنی بیوی کے ہمراہ راہ چلتے پایا اور روک کر پوچھنے لگے تم کون ہو؟

اس مسافر نے کہا میں عبداللہ بن خباب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ہوں۔

انہوں نے دریافت کیا کہ آیا ہم نے تمہیں پریشان کیا ہے؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے یقیناً۔ کہنے لگے آپ ڈریئے نہیں۔ آپ ہمیں اپنے باپ سے کوئی حدیث سنایئے جو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو اس طرح آپ ہمیں کوئی نفع مند بات بتا دیں گے۔ جناب عبداللہ بن خباب نے بیان شروع کیا مجھے میرے باپ نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے۔

تکون فتنة یموت فیها قلب الرجل کمایموت فیها بدنه یمسی فیها مومنا ویصبح کافرا و یصبح کافرا ویمسی مومنا"

فتنہ ہوگا جس میں آدمی کا دل مر جائے گا۔ جس طرح اس میں اس کا بدن مرے گا وہ اس میں شام ایمان کی حالت میں کرے گا اور صبح کو کافر ہو چکا ہوگا اور صبح کو کافر ہوگا اور شام کو مومن۔

وہ کہنے لگے اس حدیث کیلئے ہم نے آپ سے سوال کیا تھا۔ آپ کی شیخین ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق کیا رائے ہے۔ آپ نے شیخین کی تعریف کی وہ پوچھنے لگے عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا خلافت کے ابتدا اور آخر سے متعلق آپ کی کیا رائے ہے۔ آپ فرمانے لگے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلافت کے شروع میں بھی اور آخر میں بھی حق پر تھے۔ انہوں نے پوچھا تحکیم سے پہلے اور بعد میں علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ آپؓ نے فرمایا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذات باری تعالیٰ کو تم سے زیادہ جاننے والے ہیں اور دین پر پختگی بھی تم سے بڑھ کر ہے وہ بصیرت وفراست بھی تم سے زیادہ رکھتے ہیں۔

وہ کہنے لگے تم

خواہش کے پجاری اور شخصیت پرست ہو افعال و کردار پر کوئی نگاہ نہیں رکھتے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم ہم تمہیں ایسا قتل کریں گے جیسا کسی کو قتل نہ کیا ہو۔

پھر انہیں پکڑا اور ہاتھ باندھ دیئے پھر انہیں اور ان کی قریب ابولادۃ بیوی کو پکڑ کر ایک پھل سے لدی کھجور کے نیچے پڑاؤ ڈالا۔

اوپر سے ایک تر کھجور گری ان میں سے ایک شخص نے اسے لے کر منہ میں رکھا ہی تھا کہ دوسرا بولا بلا قیمت اور بغیر حلال ذریعہ کے تم کھانے لگے ہو اس نے وہ کھجور فوراً نکال پھینکی اسی دوران وہاں سے ذمیوں کا ایک خنزیر گذرا ان نے ایک ساتھی نے اسے تلوار ماری تو سب بول اٹھے۔ یہ تمہارا فعل و عمل فساد فی الارض میں آتا ہے چنانچہ وہ شخص خنزیر کے مالک کو ملا اور اسے راضی کیا جناب عبداللہ بن خباب نے ان کی یہ حالت دیکھی تو کہنے لگے۔ اگر تم اس کردار میں سچے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں تو مجھے تمہارے سلوک سے ذرا بھر پریشانی نہیں ہے۔ میں ایک مسلمان شخص ہوں اور حالت اسلام میں میں نے کوئی حد کے واجب ہونے والا کام بھی نہیں کیا تم مجھے امان بھی دے چکے ہو تم نے مجھے کہا تھا "لا روع علیک"

آپ مت گھرایئے

لیکن پھر کیا ہوا؟ وہی لوگ جو ایک خود بخود گری مباح کھجور کو کھانے میں گناہ محسوس کرتے ہیں اور ایک ذمی کو خنزیر کی دیت ادا کرتے ہیں ایک الگ تھلگ مسلمان کو قتل کے درپے ہیں!

انہوں نے عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لٹایا اور نہر کنارے ذبح کر دیا جن کا خون پانی میں لکیر بنا رہا تھا پھر ان کی زوجہ محترمہ کی جانب مڑے اس نے کہا تم اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے میں ایک عورت ہوں۔ انہوں نے اس کا پیٹ پھاڑ کر قتل کر دیا۔

یہی تو شیطان کی گمراہی اور دھوکہ دہی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ ہی تو فرمایا ہے۔ **طوبی لمن قتلھم و طوبی لمن قتلوہ**" (مسند احمد بن حنبل 84/2) ان کو قتل کرنے والا شخص مبارک کا حقدار ہے۔ اور جو ان کے ہاتھوں شہید ہو جائے وہ

بھی مبارک کا مستحق ہے۔

سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سیدنا عبداللہ بن خباب کے ساتھ ہونے والا سلوک معلوم ہوا اور یہ بھی کہ ان بدبختوں نے طی قبیلہ کی تین عورتوں کو قتل کر دیا ہے ایک اور عورت ام سنان العیداویہ کو بھی موت کے گھاٹ اتار چکے ہیں۔

اور اس کے ساتھ ساتھ اب وہ ہر آنے جانے والے آدمی کو بھی روکنے لگے ہیں تو آپؓ نے ان کی جانب حارث بن مرۃ العبدی کو احوال اچھی طرح دیکھنے کیلئے روانہ کیا۔اسے نصیحت فرمائی کہ ان کے مکمل کوائف بلا کمی بیشی مجھے پہنچاؤ آپ کا سفیر جب ان کے پاس پہنچا اور پوچھا تم لوگ اہل ایمان کے راستوں کو کاٹتے ہو؟ انہوں نے اس سفیر کو بھی شہید کر دیا۔اب جب سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف انہوں نے اعلان جنگ کر دیا ہے اور پر امن لوگوں کو خوف میں مبتلا کر رہے ہیں تو آپؓ کے سامنے ان سے دو دو ہاتھ کرنے کے سوا کوئی راہ ہی نہ تھا تا کہ ان کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا جائے۔

سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے غلط افکار اور امت سے شذوذ پر بھی جنگ نہ کی۔اب ان کا جرم کئی طرح نا قابل معافی بن چکا تھا وہ فساد فی الارض، پرامن لوگوں کو پریشان اور شر پسندوں کی حمایت وطرفداری کے علاوہ اعلان جنگ کر چکے تھے آپ ان کی طرف سفیر بھیج کر خط وکتابت اور مباحثہ کر کے ان پر حجت قائم کر چکے تھے۔

سنت نبوی کے پیش نظر کسی مسلمان حکمران کو حکومتی خیالات سے اختلاف کے باوجود اپنی رعایا سے جنگ وقتال جائز نہیں تا آنکہ وہ گروہ فساد فی الارض۔ رعایا پر دست درازی کا مرتکب ہو اور حاکم ان کے ساتھ مصالحت وموافقت پیدا کرنے کے تمام حربے استعمال کر چکا ہو اگر اس حکمت عملی کے بغیر ہی عوام پر چڑھ دوڑے گا تو وہ راہ راست سے کج رو اور ناحق کو ناحق طریقہ سے رفع کرنے کا مرتکب ہوگا۔

سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب مصالحت کی تمام کوششوں کو بے اثر پایا تو دریائے فرات کا پل عبور کیا اور قتال سے پہلے ان کی طرف سفیر بھیج کر ان سے اپنے ساتھیوں کے قاتل طلب کیے کہ ہم ان پر قصاص شرعی قائم کریں جو کتاب اللہ کا تقاضا ہے جس کے قیام کے تم دعویدار

ہو۔ ایسی صورت میں اب بھی تم سے جنگ نہ کروں گا۔ اس امید پر کہ شاید اللہ تعالیٰ اس ندامت کو قبول فرمالے اور تمہیں اپنی سابقہ خیر و بھلائی کی طرف پلٹ دے۔

مگر انہوں نے جواباً کہا ہم سب نے ان کو قتل کیا اور ہم بالاتفاق ان کے بلکہ تمہارے خون کو بھی مباح سمجھتے ہیں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر ان کی جانب قیس بن سعد بن عبادہ کو بھیجا انہوں نے انہیں سمجھایا کہ اللہ تعالیٰ کے بندو ہمیں قاتلین سپرد کردو اور تم اس سابقہ جماعت میں واپس آجاؤ یقیناً تم بڑی قبائح کا ارتکاب کر رہے ہو ہمیں مشرک گردانتے ہو۔ اور اہل اسلام کا خون بہاتے ہو۔

عبداللہ بن شجرۃ السلمی نے کہا ہم پر حق بالکل واضح ہو چکا ہے لہٰذا ہم تمہارے ہاتھ پر کبھی بیعت نہ کریں گے ہاں تم عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا کوئی خلیفہ پیش کرو تو ہم دیکھیں گے۔ جناب قیس نے فرمایا ہمارے پاس تو بس ہمارے صاحب ہی ہیں البتہ تمہارے گروہ میں کوئی ایسا شخص عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملے تو ہمیں بھی مطلع فرما دینا۔ کہنے لگے ہم میں بھی ایسا شخص نہیں۔

جناب قیس نے فرمایا فتنہ تم پر سواری کر چکا ہے لیکن میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں جنگ کر کے اس ہستی سے بھی ہاتھ نہ دھو بیٹھنا۔

اس سفارت کے بعد پھر حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے گفتگو کیلئے گئے آپؓ نے کہا اللہ تعالیٰ کے بندو ہم ایک جماعت ایک گروہ کے افراد تھے اور ہیں۔ تم کیوں خواہ مخواہ ہمارے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہو۔ انہوں نے کہا آج اگر ہم تمہارے ساتھ ہو جائیں تم نے کل پھر تحکیم اختیار کر لینی ہے۔ سیدنا ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جواباً فرماتے ہیں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ مستقبل کے خیالات واوہام کے پیش نظر حال میں فتنے گر نہ بنو۔

لیکن یہ سفارت کاری بھی ان کیلئے موثر ثابت نہ ہوئی۔

اب جناب سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود ان کی طرف تشریف لے جاتے ہیں اور مخاطب ہوتے ہیں۔ اختلاف رائے اور بحث ومباحثہ کے نتیجہ میں الگ ہونے والے لوگو جن کو

صرف خواہشات نفسانی کی اتباع حق سے مانع ہوئی ہے۔
معمولی بات پر تم بڑے فتنے کے مرتکب ہو رہے ہو میں تمہیں اس کل سے باخبر کر رہا ہوں جب تم اس وادی میں بے گور و کفن لاشے پڑے ہو گے لوگ تمہیں لعنت و ملامت کر رہے ہوں گے۔

تمہیں قتال کے جواز میں کوئی واضح دلیل میسر نہیں تم اپنے رب کو کیا عذر پیش کرو گے۔

جواب میں ان لوگوں نے پھر وہی شیطان کا دلوں میں ڈالا وہم پیش کیا۔

انّا حکّمنا فلمّا حکّمنا اثمنا و کنابذالک کافرین و قدتبنا فان تبت فنحن معک و منک وان ابیت فانا منا بذوک علی سواء

ہم نے تحکیم اختیار کی اس تحکیم سے ہم گناہگار ٹھہرے اور کافر ہوئے اب ہم نے توبہ کر لی ہے۔ لہٰذا آپ بھی توبہ کرتے ہیں تو ہم آپ کے ساتھ اور آپ کے ہوئے لیکن آپ اس سے انکاری ہیں تو ہمارا تم سے کوئی تعلق نہیں اور نہ تمہارا ہم سے کوئی واسطہ۔

سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم بڑی بھول اور فتنہ میں گرفتار ہوئے ہو۔ کیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے آپؐ کے ساتھ ہجرت کرنے، اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کے بعد اب اپنے اوپر کفر کی گواہی دوں یقیناً یہ ہدایت نہیں بلکہ بڑی گمراہی قرار پائے گی۔

اس کے بعد آپؓ واپس ہوئے اور ان سے قتال میں پر عزم تھے۔ اپنے ساتھیوں کو اب جنگ کیلئے بلا خوف و خطر تیاری کیلئے فرمانے لگے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم تم میں سے دس افراد بھی شہید نہ ہوں گے۔ اور ان میں سے دس اشخاص بھی نہ بچیں گے۔ پھر آگے بڑھ کر لشکر کو تیار فرمایا جس کی تعداد سات سے آٹھ سو تک تھی حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امان کا جھنڈا تھمایا۔ انہوں نے بلند آواز سے کہا جو اس جھنڈے تلے آیا وہ امن میں ہوگا۔ جس نے قتال میں حصہ نہ لیا جو کفہ اور مدائن کو چل دیا اور اس گروہ سے الگ ہوا۔ وہ بھی امن میں ہوگا۔ ہمیں آخر اپنے ہی بھائیوں کے قتل سے کیا مفاد اور غرض ہے؟

قتال سے بچاؤ کیلئے اس قدر احتیاط شاید کسی نے اختیار نہ کی ہو۔ آج حقوق انسانی

کے قوانین اور اقوام متحدہ کے چارٹ بھی اس حد تک امن کی مثال تو کیا خواہش پیدا نہیں کر سکے۔

سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیاست کامیاب ہوئی۔ ممکن تھا کہ کچھ لوگ ان میں سے شیطانی چالوں کی نذر ہو کر جہنم کا ایندھن ٹھہرتے اب انمیں سے ایک آدمی فروۃ بن نوفل اشجعی کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔ ''**واللہ ما ادری علی امی شئی نقاتل علیا** '' بخدا میں علیؓ سے قتال کرنے کا کوئی واضح جواز نہیں پا رہا۔

چنانچہ اس کے ساتھ 500 افراد ''وسکرۃ'' جگہ میں الگ ہو کر آ گئے اس کے علاوہ کچھ لوگ الگ الگ کوفہ روانہ ہو گئے اور ایک صد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آ ملے۔ خوارج کے سردار عبداللہ بن وہب کے ساتھ چار ہزار میں سے صرف اٹھارہ صد 1800 باقی رہ گئے۔

غور کریں سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نرمی اور حکمت سے ان گمراہوں کو کیسے سیدھی راہ پر لے آئے۔ ان دنوں تو نوجوانوں کی بڑی تعداد غلط افکار کی نذر ہو چکی ہے جن کو نرمی، حکمت اور حسن خلق سے راہ راست پر لایا جا سکتا ہے۔ جبکہ ان کے ساتھ سختی اور شدت کا رویہ انہیں ضد اور ہٹ دھرمی پر قائم رہنے کا سبب بن جاتا ہے بالاخر یہ نوجوان زندگی سے مایوس، زندگیوں کیلئے آفت ثابت ہوتے ہیں۔

سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثریت کو حق سمجھا کر واپس آنے کے باوجود بقیہ احمقوں سے فوراً جنگ پر آمادہ نہیں ہو گئے۔ بلکہ ان کے جنگ کیلئے آگے بڑنے پر بھی آپ نے فرمایا جب تلک یہ لوگ جنگ کا طبل بجا نہ دیں اپنے ہاتھ روکے رکھو آپ کے ساتھی بڑے تحمل سے آپ کے کہنے پر رکے ہوئے تھے کہ خوارج نے بلند آواز سے پکارا

''**الرواح الی الجنۃ**''

''جنت کی طرف سفر شروع'' اس کے ساتھ ہی سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گروہ پر حملہ آور ہو گئے آپ کے ساتھی دائیں بائیں ہٹ گئے لیکن جب ہاتھ اٹھانے سے کوئی چارہ ہی نہ رہا تو تیر اندازوں نے ان پر تیر برسائے اور ساتھ ہی دائیں بائیں ہٹ جانے والے ان پر پل پڑے اور تلواروں نیزوں کے سامنے یہ شریر چند گھڑیاں نہ ٹھہر پائے کہ آناً فاناً لاشوں کا ڈھیر لگ گیا

ایسے ہوا گویا انہیں کہا گیا ''موتوا'' اور یہ مر گئے۔
ان کی مرگ مؤرخین کے مطابق چند ساعتوں میں مکمل ہو گئی۔ یقیناً یہ لوگ باغی تھے اور بغاوت کا انجام ایسا ہی ہوتا ہے۔ جبکہ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھی ان لوگوں کے متعلق یقین کامل پر تھے کہ ان کو بچاؤ کا ہر موقعہ فراہم کیا گیا مگر یہ بغاوت وہٹ دھرمی پر ڈٹے رہے ہیں چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کی جماعت نے بہادروں کا سا کردار اختیار کیا جن کو یقین کامل ہو کہ ہمارا اجر رب جلیل پر یقینی ہے۔

معرکہ کے اختتام پر سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے ڈھیر پر گئے اور کہا افسوس ہو تم پر تم کو دھوکے بازوں نے نقصان پہنچایا لوگوں نے دریافت کیا یا امیر المؤمنین وہ دھوکا باز کون ہیں۔ فرمایا شیطان دھوکے باز ہے اور وہ لوگ جو نفس امارۃ کے پیچھے لگے جس نے گناہ کو ان کے سامنے خوبصورت کر دکھایا۔ اور ظاہر کیا کہ تم فاتح وغالب رہو گے۔

پھر آپ اپنی جماعت میں آئے اسلحہ مقاتلین میں تقسیم کر دیا لیکن دیگر اموال' غلام 'لونڈیاں ان کے اہل خانہ کو لوٹا دیئے۔

یہ باغی تھے ان سے قتال معاشرہ کو ان کی شر سے محفوظ رکھنے کیلئے ضروری تھا لیکن ان کے مال قبضہ میں رکھنا ان کو لوٹنا یا ضائع کرنا صحیح نہ تھا یہ چیزیں ان باغیوں کے اہل خانہ کی تھیں جو اس گناہ میں شریک نہ تھے ارشاد باری تعالیٰ سے ولا تــزر وازرۃ وزرا خــری (انعام114)

جو لوگ ان جیسے باغیوں یا دیگر مخالفین کے اموال لوٹتے ہیں دیگر کو مرعوب کرنے کیلئے ان کے ساتھ بے گناہوں کو بھی شامل کر دیتے ہیں ایسے لوگ معاشرہ میں موجود طبقات کو خیر کی بجائے شر پر ابھارنے کا کام کرتے ہیں چنانچہ یہ بے گناہ اور ان کے طرفدار موقعہ پاتے ہی زمین میں فساد اور حکومتوں کے خلاف نکل کھڑے ہوتے ہیں تاریخ میں بڑی نصیحت اور سلف صالحین کے کردار میں بڑی عبرتیں پنہاں ہیں

☆☆..........☆☆